36

ان ذرائع کو اختیار کرنے کی کوشش کرو جن سے اللہ تعالیٰ کی اور بنی نوع اِنسان کی محبت حاصل ہوتی ہے

(فرمودہ 23 اکتوبر 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''سفرِ سندھ سے واپسی کے فوراً بعد پہلے تو مجھے ایک مَسَّا[1] کا آپریشن کروانا پڑا جو میرے پیٹ پر تھا۔ اس کے چند دن بعد پاؤں کے انگوٹھے کا ناخن کٹوایا جس کی وجہ سے میں چلنے پھرنے سے معذور رہا۔ اس دوران میں پچھلے جمعہ کے لیے میں مسجد میں آ گیا۔ جس کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی۔ میری صحت کو سارا دن لیٹے رہنے اور حرکت نہ کر سکنے کی وجہ سے اچھا خاصا نقصان پہنچا ہے۔ اگر صحت ہو جائے تو چلنے پھرنے سے حالت ترقی کر سکتی ہے۔ لیکن چلنا پھرنا بھی مشکل ہے۔ سارا دن حرارت رہتی ہے، گلا خراب رہتا ہے اور آواز بھی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس وجہ سے میں آج خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں افتتاح کے لیے بھی نہیں جا سکتا۔ لیکن میں اِس خطبہ کو ہی اپنی افتتاحی تقریر کے ساتھ ملا دیتا ہوں۔ اور بعض نصائح خدام الاحمدیہ کو کر دیتا ہوں تا وہ انہیں اپنے سامنے رکھیں اور انہیں اپنا مقصد بنائیں۔

اسلام کا ابتدائی مسئلہ بلکہ ہر مذہب کا ابتدائی مسئلہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنا ہے۔ خدام الاحمدیہ بھی چونکہ ایک مذہب کے متبع ہیں بلکہ ایک ایسے مذہب کے متبع ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ کے لیے چُنا اور قیامت تک کے لیے چُنا یعنی نبیٔ عربی ﷺ کا لایا ہوا اسلام۔ اس لیے ان کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر اپنا یقین بڑھائیں۔ جتنی خرابیاں دنیا میں پیدا ہوتی ہیں وہ خدا تعالیٰ پر یقین کی کمزوری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

پھر اس کے ساتھ ضروری بات یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور ان نیکیوں کو یاد رکھیں جو وہ اپنے بندوں کے ساتھ عموماً اور اپنے ایمان دار بندوں کے ساتھ خصوصاً کرتا ہے۔ تم اُس کی صفات کو گنو۔ تمہیں اکثر ایسی صفات نظر آئیں گی جو رحم کرنے والی ہیں۔ اور بہت کم ایسی صفات نظر آئیں گی جو سزا دینے والی ہیں۔ میں نے خدا تعالیٰ کی سزا دینے والی صفات گنی تو نہیں شاید ننانوے صفات میں سے جو مشہور ہیں چھ سات صفات سزا والی نکلیں۔ اور اس کے مقابلے میں شاید پچاس ساٹھ وہ صفات نکلیں جو انعام، اکرام، احسان اور خبر گیری کرنے والی ہیں۔ اور کچھ ایسی صفات نکلیں گی جو خدا تعالیٰ کی الوہیت کے ساتھ خاص تعلق رکھتی ہیں۔ بظاہر وہ انسانوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھتیں۔ اِس سے بھی پتا لگ جائے گا کہ اسلام کا خدا محبت کرنے والا خدا ہے۔ تم یہ نہ دیکھو کہ مولوی خدا تعالیٰ کو کس طرح پیش کرتے ہیں۔ تم یہ دیکھو کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کو کیسے پیش کرتا ہے۔ مولوی جب خدا تعالیٰ کو پیش کرتا ہے تو وہ اُسے ہَوّا کی شکل میں دکھاتا ہے۔ مگر جب تم قرآن کریم پڑھتے ہو تو تم اُسے شروع ہی اس آیت سے کرتے ہو۔ کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ 2 کہ وہ ربّ العالمین خدا ہے۔ رحمان خدا ہے۔ رحیم خدا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں جو صفاتِ الٰہیہ بیان کی گئیں ہیں اُن میں سے چوتھی صفت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ 3 ہے۔ جس میں سزا کا ذکر ہے۔ لیکن جتنا سزا کا ذکر ہے اُتنا ہی انعام کا بھی ذکر ہے۔ گویا آٹھواں حصہ سزا کا ہے۔ یا سَو میں سے ساڑھے بارہ حصے سزا ہوئی اور ساڑھے ستاسی حصے رحم کے ہوئے۔ لیکن چونکہ وہ خدا فرماتا ہے کہ ہمارا رحم ہر چیز پر غالب ہے اس لیے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں سے سزا کا حصہ نصف نہیں ماننا پڑے گا۔ اگر اسے آدھا فرض کیا جائے تو پھر صورت یہ ہوگئی کہ پونے چورانوے حصے رحم کے ہیں اور صرف سوا چھ حصے سزا کے ہیں۔ لیکن جس طرح ایک مولوی خدا تعالیٰ

کو پیش کرتا ہے اس میں ننانوے حصے عذاب کے آتے ہیں اور ایک حصہ رحم آتا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات اور اُس کی محبت پر ایمان رکھیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کو بیان کیا ہے نہ کہ جس طرح لوگوں نے بیان کیا ہے، لوگوں کو خدا تعالیٰ کا کیا پتا خدا تعالیٰ کو خود اپنا پتا ہے۔ اس لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے کیا کہا ہے۔

پھر تم اپنی ذات میں اس تعلیم کے لانے والے انسان کو یاد رکھو اور اُس کے احسانوں کو تازہ رکھو۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے نمونہ، قربانی اور خدمت سے جو کام کیا وہ تو ہے ہی۔ سب سے بڑی چیز جو ہے وہ قرآن کریم ہے جو آپ لائے۔ قرآن کریم کے اندر اتنی ہدایت ہے، اتنا عرفان ہے، اتنا علم ہے کہ اگر ہم سوچیں سمجھیں اور صحیح طور پر عمل کریں تو کسی اَور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ بلکہ اگر ہم اسے صحیح طور پر سمجھیں سوچیں اور اس پر عمل کریں تو ہمارے پاس وہ کچھ آجاتا ہے جو باقی دنیا کے پاس نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس وہ کچھ آجاتا ہے کہ اسے دیکھ کر ہمیں دوسری دُنیا حسرت کے ساتھ دیکھتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہی آتا ہے کہ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ [4]۔

پھر تمہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے ایک سمندر میں کُودنے والے ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں جیسے سفروں میں لوگ آپس میں محبت کا سلوک کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے تعلق قائم کر لیتے ہیں۔ ایک ہندوستانی جب جاپان میں جاتا ہے تو وہ سب دشمنی بھول جاتا ہے اور باقی ہندوستانیوں کے ساتھ محبت اور پیار سے رہتا ہے۔ اِس دنیا میں بھی انسانوں کی یہی حالت ہے۔ اگر ہم خدا تعالیٰ کو سمجھیں تو یہ دنیا ایسی ہی ہے۔ بچہ ماں کے پیٹ سے آتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ کچھ نہیں لاتا اور نہ اس جہان کے متعلق اسے کچھ علم ہوتا ہے۔ جس طرح کشتی سمندر میں چھوڑ دی جاتی ہے اُسی طرح وہ اِس دنیا میں آجاتا ہے۔ گویا ہم سارے اس دنیا میں آنے والے ایک ہی ملک کے ہیں یعنی حضرتِ الٰہی سے آئے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ خالق ہے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ اُسی کے حضور سے ساری مخلوق آئی ہے۔ گویا ایک ہی ملک کے باشندے ایک جگہ پر آئے ہیں۔ اور جو جذبہ غیر ملک کے رہنے والوں میں ہوتا ہے کیا وجہ ہے کہ وہ انسانوں میں نہ ہو۔ لیکن عملی طور پر ہم میں وہ جذبہ نہیں پایا جاتا۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ ہم اس چیز کو بھول جاتے ہیں کہ ہم ایک ہی مقام

سے آئے ہیں۔کوئی کہتا ہے میں خود بخود اس دنیا میں آ گیا ہوں۔کوئی کہتا ہے مجھے برہما نے پیدا کیا ہے۔کوئی کہتا ہے مجھے خدا نے پیدا کیا ہے۔کوئی کہتا ہے مجھے گاڈ نے پیدا کیا ہے۔اور کوئی کہتا ہے کہ مجھے پرمیشور نے پیدا کیا ہے۔کوئی کہتا ہے مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے۔اور یہ نہیں جانتے کہ یہ سارے ایک ہی وجود ہیں۔ پرمیشور بھی وہی ہے، برہما بھی وہی ہے، اللہ بھی وہی ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ غیر قوموں نے اللہ تعالیٰ کو صفاتی نام دے دیئے ہیں اور عربوں نے اسے ایک ذاتی نام دے دیا ہے۔اور ذاتی نام صفاتی نام سے زیادہ مکمل ہوتا ہے۔اگر لوگ سمجھتے کہ وہ سارے ایک ہی ملک سے آئے ہوئے ہیں، اگر وہ سمجھتے کہ ہم اِس دنیا میں بالکل ایک وارث کی طرح ہیں تو وطنیت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے۔نیکی کا سلوک کرتے۔وہ سمجھتے کہ ہم سب کا ایک ہی مشن ہے، ایک ہی کام ہے۔اس لیے ہمیں مل کر کام کرنا چاہیے تا قیامت کے دن حضرتِ الٰہی عزت کے ساتھ ہمارا استقبال کریں۔غرض بنی نوع انسان کی محبت کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔اور اُن ذرائع کا استعمال کرنا چاہیے جن پر عمل کرنے سے خدا تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔اور وہ ذرائع نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ذکر وفکر ہیں۔

یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکی اطاعت کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اَور چیز ہے اور اُس سے محبت کرنا اَور چیز ہے۔مثلاً تمہارے گھر میں کوئی بچہ بیمار ہو جاتا ہے۔اس کے لیے تم کوئی دوا تلاش کرتے ہو۔وہ دوا تمہیں بازار سے ملتی نہیں۔تم مایوس ہو جاتے ہو۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اگر یہ دوا نہ ملی تو بچہ کی جان نہیں بچ سکتی۔ اُدھر ماں روتی ہے اِدھر باپ غمگین ہوتا ہے۔اچانک رات کو کوئی آ کر دروازہ پر دستک دیتا ہے۔تم دروازہ کھولتے ہو تو وہ تمہیں وہی دوا جس کی تمہیں ضرورت ہے دیتا ہے اور چلا جاتا ہے۔اب تمہیں یہ تو خیال رہے گا کہ رات کو جس شخص نے تمہیں وہ دوا دی تھی اُس نے تم پر بڑا احسان کیا ہے اور تمہارے بچے کی جان بچانے میں اس نے تمہاری مدد کی ہے۔لیکن تمہارے اندر اس کے متعلق ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ تم نے اُسے دیکھا نہیں۔ وہ اندھیرے میں آیا اور اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ اگر وہی شخص جس نے تم پر اتنا بڑا احسان کیا ہو تمہیں مل جائے تو تم اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرو گے۔ لیکن اگر تمہیں پتا لگ جائے کہ فلاں شخص نے تم پر احسان کیا ہے اور وہ تمہیں رستہ میں مل جائے تو تم

اُس سے چمٹ جاؤ گے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کو ماننا اَور چیز ہے اور اسکے احسانوں کو جاننا اور اُن کا ذکر کرنا اَور چیز ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے اندھیرے میں احسان کر جائے تو وہ اس کا ذکر تو کرتا رہے گا۔لیکن ذاتی طور پر اس سے محبت کے جذبات پیدا نہیں ہوں گے۔ اِسی طرح جس ذات نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اُس پر ایمان لانا بالکل اَور چیز ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اُسی کا دیا ہوا ہے اِس کے ساتھ جو جذبہ محبت پیدا ہوتا ہے وہ بالکل اَور چیز ہے۔ پس تم نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور ذکر و فکر سے خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرو۔ یہ تمام چیزیں خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کے ذرائع ہیں۔ ان ذرائع کو اختیار کئے بغیر تم خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا نہیں کر سکتے۔

ہزاروں لوگ دنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں جو ماں باپ کے احسانوں کو دیکھتے ہوئے بھی ان کے ساتھ محبت نہیں کرتے۔ اور کئی ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ سے محبت کرتے ہیں۔ اور کئی لوگ ایک وقت تک بھٹکے رہتے ہیں اور پھر اُن کے اندر اطاعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادات کے ذریعہ بھی دل میں صفائی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ زنگ دور ہوتا ہے جس کے ساتھ انسان کے اندر طبعی جذبات پیدا نہیں ہو سکتے۔ انسان کی فطرت تو یہ ہے کہ وہ اپنے محسن سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ جیسے رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ **جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا** 5۔ یعنی انسانوں کے دل اس طرح پیدا کئے گئے ہیں کہ جو شخص ان پر احسان کرے انہیں اُس سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔لیکن کئی لوگ ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے سارے احسانوں کے باوجود اسے بھول جاتے ہیں۔ یہ چیز غیر طبعی ہے۔ ورنہ انسان کی فطرت یہی ہے کہ وہ اپنے احسان کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔لیکن کئی دفعہ گناہوں اور بدعادتوں کی وجہ سے انسانی فطرت سے دور جا پڑتا ہے۔ فطرتی جذبات کو دوبارہ ابھارنے کے لیے نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور ذکر الٰہی کی ضرورت ہے۔ یہ چیزیں انسان کو یکدم ہوش دلا دیتی ہیں کہ اُس نے فلاں ڈیوٹی ادا کرنی ہے۔ اکثر آدمی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے فرائض کو بھول جاتے ہیں۔ پھر سونٹے سے انہیں اس طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔

ہمارے صلحاء اور اولیاء میں سے ایک بزرگ ولایت کے مقام کو حاصل کرنے سے پہلے دنیادار تھے۔ وہ دنیاوی کاموں اور لہو ولعب میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے۔ ایک بزرگ نے جو اُن سے پہلے کے

واقف تھے دیکھا کہ وہ حجِ بیتُ اللہ کر رہے ہیں۔اور انہیں عبادت میں اتنا خشوع وخضوع حاصل ہے کہ وہ دوسروں کے لیے نمونہ بنے ہوئے ہیں۔انہوں نے ان سے پوچھا کہ تمہاری حالت تو یہ تھی کہ تم ہر وقت لہو ولعب میں مشغول رہتے تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف تمہیں توجہ پیدا ہی نہیں ہوتی تھی۔اب تم میں یہ خشوع وخضوع اور تقویٰ کیسے پیدا ہو گیا۔انہوں نے کہا میں ایک دن اپنے مکان پر بیٹھا تھا۔دوسرے دوست بھی میرے ساتھ تھے۔مغنّیات گانے کے لیے آئی ہوئی تھیں۔باجے گاجے پاس رکھے تھے۔گویا تعیّش کے سب سامان موجود تھے۔اور قریب تھا کہ مجلس گرم ہوتی کہ ایک شخص رستہ سے گزرا۔جب وہ میرے مکان کے نیچے پہنچا تو یہ آیت پڑھتا جا رہا تھا کہ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ 6۔کیا مومنوں پر ابھی وہ گھڑی نہیں آئی کہ خدا تعالیٰ کا نام سن کر اُن کا دل ڈر جائے اس بزرگ نے کہا مجھے پتا نہیں اس شخص کی زبان میں کیا تاثیر تھی۔اِس آیت کا میرے کانوں میں پڑنا تھا کہ میں نے آگے بڑھ کر باجے گاجے توڑ دیئے اور دوستوں کو باہر نکال دیا۔وضو کیا اور نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کے لیے استغفار کیا اور اس کے بعد سب جائیداد لُٹا کر حج کے لیے روانہ ہو گیا7۔اور اب ہجرت کر کے یہیں آ گیا ہوں۔دوسرے بزرگ کہتے ہیں مجھے تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح دلوں کو بدل دیتا ہے کہ عین مجلسِ تعیّش میں ایک انسان جس نے شاید بطور تصنّع بھی سادہ قرآن کریم نہ پڑھا ہو کسی کی زبان سے قرآن کریم کی ایک آیت سنتا ہے اور اِس سے اُس کے دل کی کھڑکی کھل جاتی ہے اور وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے۔پس انسان پر مختلف اوقات آتے رہتے ہیں۔لیکن ان کے لانے کے لیے کوشش کرنی پڑتی ہے۔

پس تم نماز، روزہ، ذکرِ الٰہی اور فکر کی عادت پیدا کرو۔انسان خدمتِ خلق کے ذریعہ دنیا میں امن قائم کرتا ہے تو نماز، روزہ اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ اپنے دل میں امن پیدا کرتا ہے۔اور کامل امن اُسی وقت نصیب ہوتا ہے جب گھر میں بھی امن ہو اور باہر بھی امن ہو۔تم بھی خدا تعالیٰ کے سپاہیوں میں شامل ہو۔اس لیے تم یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے سپاہی لٹھ باز نہیں ہوتے۔خدا تعالیٰ کے سپاہی اپنی زبانوں کو اُس کے ذکر سے تر رکھنے والے ہوتے ہیں۔کہلاتے دونوں سپاہی ہی ہیں۔دنیا دار بھی اور دین دار بھی۔لیکن ایک سپاہی کا کام عجز و انکساری اور فروتنی ہوتا ہے اور

دوسرے سپاہی کا کام لاف زنی، تکبر اور غرور ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ سپاہی بھی اچھا کام کر لیتا ہے۔ لیکن اِس کے کام کو دوسرے کے کام سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ انسانوں سے آزادی دلاتا ہے اور دوسرا شیطانوں سے آزادی دلاتا ہے۔''

(ہفت روزہ بدر قادیان 14 جنوری 1954ء)

1: مسّا: گوشت کا سیاہ دانہ جو بدن پر پڑ جاتا ہے۔ بڑا تل۔ خال کلاں
(فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)

2: الفاتحہ: 3، 2

3: الفاتحہ: 4

4: الحجر: 3

5: **کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال الباب الثالث فی الحکم و جوامع الکلم** جلد 16 صفحہ 48 نمبر 44095۔ بیروت لبنان 1998ء۔

6: الحدید: 17

7: تذکرۃ الاولیاء صفحہ 59 تا 61 مطبوعہ لاہور 2008ء